

خواجہ حیدر علی آتش

(1777 - 1847)

آتش کے بزرگ بغداد سے ہندوستان آئے اور دہلی میں سکونت اختیار کی، لیکن نواب شجاع الدولہ کے عہد میں ان کے والد خواجہ علی بخش دہلی سے فیض آباد منتقل ہو گئے۔ آتش کی پیدائش فیض آباد میں ہوئی۔ کم عمری ہی میں والد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ اس لیے ان کی تعلیم مکمل نہ ہو سکی، البتہ عربی، فارسی کی کچھ تعلیم انہوں نے گھر پر حاصل کی۔ آتش اپنی غیر معمولی شاعرانہ صلاحیت کے باعث بہت جلد مقبول ہو گئے اور نواب محمد تقی خاں کے دربار سے منسلک ہو گئے۔ بعد ازاں انہیں کے ہمراہ لکھنؤ آئے اور یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ انہوں نے عمر کا بیشتر حصہ تنگ دستی کی حالت میں بسر کیا لیکن طبیعت کی قلندری اور باطنی نہ گیا۔ کبھی کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلا یا۔ آخر عمر میں آنکھوں کی روشنی بھی جاتی رہی۔ لکھنؤ ہی میں ان کا انتقال ہوا۔

آتش کی غزل میں روزمرہ کے بے تکلف اور برجستہ استعمال سے گفتگو اور مکالمے کی کیفیت پیدا ہو گئی ہے جس نے ان کی غزل کے لطف کو دوہلا کر دیا ہے۔ وہ صاف اور شستہ زبان کو فنکارانہ انداز میں برتنے کا ہنر جانتے تھے۔ ان کی غزل کی ایک منفرد اور امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ ایک طرف وہ حسن محبوب کے بیان میں شوخی اور رنگینی سے کام لیتے ہیں تو دوسری طرف زندگی کے سنجیدہ موضوعات اور تصوف و معرفت کے مضامین کو شعر میں سنجیدگی اور درویشانہ سرشاری کی کیفیت کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ اُن کے کلام کی انہی امتیازی خصوصیات کی بنا پر ان کا شمار اُردو کے ممتاز غزل گو شعرا میں ہوتا ہے۔

غزل

سُن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا
 کہتی ہے تجھ کو خلقِ خدا غائبانہ کیا
 زیرِ زمیں سے آتا ہے جو گلِ سو زربکف
 قاروں نے راستے میں لٹایا خزانہ کیا
 طبلِ و علم نہ پاس ہے اپنے، نہ ملک و مال
 ہم سے خلاف ہو کے کرے گا زمانہ کیا
 آتی ہے کس طرح سے مری قبضِ روح کو
 دیکھوں تو موت ڈھونڈ رہی ہے بہانہ کیا
 یوں مدعیِ حسد سے نہ دے داد تو نہ دے
 آتشِ غزل یہ تو نے کہی عاشقانہ کیا

مشق

لفظ و معنی

غائبانہ	:	غیر حاضری میں، غیر موجودگی میں
زربکف	:	باتھ میں سونا لیے ہوئے، باتھ میں دولت لیے ہوئے

قارون	:	حضرت موسیٰ کے زمانے کا ایک مال دار مگر کنجوس شخص جو اپنے مال سمیت زمین میں دھنس گیا۔ مجازاً ہر مال دار اور بخیل شخص
طَبَلٌ وَعِلْمٌ	:	نقارہ اور جھنڈا
مَدْعَى	:	دعویٰ کرنے والا

غور کرنے کی بات

- آتش کو زبان کا شاعر بھی کہا گیا ہے۔ بعض دوسرے شعرا بھی بول چال کی زبان کے شاعر کہلاتے ہیں اور اپنی زبان کی سلاست، روانی، چستی اور برجستگی سے پہچانے جاتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ شاعری میں زبان کی بہت اہمیت ہے مگر شاعری کو صرف لفظوں کا کھیل بھی نہیں کہا جاسکتا۔ دراصل جذبات کو زبان دینے کا نام شاعری ہے۔ اس لیے جس شعر میں جذبے کی گرمی محسوس نہ کی جاسکے وہ محض بے جان لفظوں کا مجموعہ بن کر رہ جاتا ہے۔ آتش کی شاعری میں صنعتوں کے بر محل استعمال کے ساتھ ساتھ جذبے کی گرمی بھی ہے اور خیال کی بلندی بھی۔ اس لیے آتش کو صرف زبان کا شاعر کہہ کر نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

سوالات

1. آتش کی اس غزل میں ان کے شاعرانہ لہجے کی کس خصوصیت کا اظہار کیا ہوا ہے؟
2. دوسرے شعر کا مطلب بیان کیجیے۔

3. غزل کے تیسرے شعر میں ”طبیل و علم نہ پاس ہے اپنے، نہ ملک و مال“ سے آتش کی کیا مراد ہے؟

عملی کام

• آتش لکھنوی کی غزلوں کا مطالعہ کیجیے۔

© NCERT
not to be republished

غزل

یہ آرزو تھی تجھے گل کے روبرو کرتے
 ہم اور بلبل بے تاب گفتگو کرتے
 پیام بر نہ میسر ہوا تو خوب ہوا
 زبانِ غیر سے کیا شرحِ آرزو کرتے
 مری طرح سے مہ و مہر بھی ہیں آوارہ
 کسی حبیب کی یہ بھی ہیں جستجو کرتے
 وہ جانِ جاں نہیں آتا تو موت ہی آتی
 دل و جگر کو کہاں تک بھلا لہو کرتے
 نہ پوچھ عالمِ برگشتہ طالعی آتش
 برستی آگ جو باراں کی آرزو کرتے

مشق

لفظ و معنی

خواہش کا اظہار	:	شرحِ آرزو
پریشان، مارا مارا پھرنے والا	:	آوارہ

مخرف، پھرا ہوا	:	برگشتہ
قسمت	:	طالع
قسمت کا مخالف ہونا یعنی بد نصیبی	:	برگشتہ طالعی
ماہ	:	مہ
بارش	:	باراں

غور کرنے کی بات

- مطالعے میں طرز کلام کی برجستگی اور سادگی کے ساتھ ساتھ گفتگو اور مکالمے کے انداز نے ڈرامائی کیفیت پیدا کر دی ہے جس نے اس کا لطف دو بالا کر دیا ہے۔

سوالات

1. مطالعے میں شاعر نے بلبلی کو بیتاب کیوں کہا ہے؟
2. دوسرے شعر میں پیامبر کے میسر نہ ہونے کو شاعر نے ”خوب ہوا“ کیوں کہا ہے؟
3. چوتھے شعر میں دل و جگر کو لہو کرنے سے کیا مراد ہے؟
4. مقطعے کے دوسرے مصرعے میں شاعر نے ”برگشتہ طالعی“ کی جو تعبیر کی ہے اس کی وضاحت کیجیے۔

عملی کام

- آتش کی شاعری میں قلندری اور بانگین کی ایسی لے ہے جو متواتر شکستوں کے باوجود بھی حوصلہ اور وقار قائم رکھتی ہے۔ اس کیفیت کا ذکر دیگر شعرا کے تعلق سے بھی ہوتا ہے۔ آتش کا ایسا شعر نقل کیجیے جس میں یہ خصوصیت موجود ہو۔